لطیفہ ۳۷

اعتکاف کی شرائط، خلوت اور گوشہ نشینی کی حقیقت نیز تجرید اور تفرید کے بیان میں

قال الاشرفؒ:

الا عتکاف لبث المعکتف فی المسجد بتعین المدة حتّٰی ینقضی مدته وفی الحقیقة حفظ الجوارح عن الحرکة الطبعی وقال الفقهاء الاعتکاف سنة موکدة لانه علیه السلام کان اعتکف فی العشر الاخرمن رمضان، یعنی سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، اعتکاف معتکف کا مقررہ مدت کے لیے مسجد میں ٹھہرنا ہے یہاں تک کہ وہ مدت گزر جائے۔ درحقیقت اعتکاف طبعی حرکات کی نگہداشت ہے۔ فقہا نے کہا ہے کہ اعتکاف سنت موکدہ ہے کیوں کہ یقیناً حضور علیہ السلام رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرماتے تھے۔

اگر معتکف نے یہ نذر مانی ہے کہ وہ مقرر مدّت تک اعتکاف میں بیٹھے گا تو اسے روزہ رکھنا لازمی ہے کیوں کہ مقرر کردہ اعتکاف کے لیے روزہ رکھنا شرط ہے۔ اگر معتکف روزہ نہ رکھے گا تو اس کا اعتکاف درست نہ ہوگا۔ یہ قول حضرت امام الاعظمؒ کا ہے۔ مثلاً یوں کہے، علی ان اعتکف یوما اوشهراً اوسنة وهذا لا یجوزا لا بالصوم یعنی (میری) نیت ہے کہ میں ایک روز یا ایک ماہ یا ایک سال کا اعتکاف کروں اور یہ جایز نہیں ہے مگر روزے کے ساتھ۔ اگر معتکف نفلی اعتکاف کی نیت کرتا ہے تو اس کے لیے روا ہے کہ وہ روزہ رکھے یا نہ رکھے۔

جو شخص مسجد میں آئے اور اعتکاف کی نیت کرے تو جتنی دیر وہ مسجد میں توقف کرے گا اتنا ہی اعتکاف کا اجر اسے ملے گا۔ (جو شخص یہ شرائط پوری کرے) وہ معتکف کہلانے کا مستحق ہے۔ اعتکاف کے لیے غروبِ آفتاب کے وقت مسجد میں داخل ہو اور اعتکاف شروع کرے۔ جب اعتکاف کی مدت پوری ہوجائے تو غروب آفتاب سے پہلے مسجد سے نہ نکلے۔ معتکف پر لازم ہے کہ ہمیشہ باوضو رہے اور اگر قدرت رکھتا ہے تو جاگتا رہے۔ ذکر یا تلاوت یا جو شغل کہ اس کے پیر نے اسے بتایا ہے اس میں مصروف رہے تاہم مبتدی کے لیے ذکر جلی (بلند آواز سے ذکر کرنا) زیادہ مفید ہے، کیوں کہ قلب اور

قالب کی غلاظت کی جگہ اس پانی کے بغیر پاک وصاف نہ ہوگی۔

جس شخص کو تصفیۂ قلب حاصل نہیں ہوا ہے اور وہ اس (خامی) کا تدارک کرنا چاہتا ہے تو اسے اس مجازی دل کی جس نے چار عناصر سے ترکیب پائی ہے اور اس دل کی حقیقت سے واقف ہونا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔ (طالب کو) پہلے یہ چاہیے کہ عام لوگوں سے میل جول نہ بڑھائے۔ اور وحدت و وحدانیت سے انس پیدا کرے، جیسا کہ بعض عارفین نے فرمایا ہے، **اذا اراد لله بعیدا خیر اانسه بالوحدة ونقل عن التوریت من اعتزل سلم** یعنی جب کوئی شخص نیکی کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے باندھ دیتا ہے اور اسے وحدت سے مانوس کردیتا ہے نیز توریت سے منقول ہے جو شخص گوشہ گزیں ہوا اس نے نجات پائی۔ ابیات:

خلوتے گیرد ہر آں کو عاقلست
زاں کہ درخلوت صفاہاے دلست

ترجمہ: ہر صاحبِ عقل خلوت اختیار کرتا ہے کیوں کہ خلوت میں دل کی پاکیاں مضمر ہیں۔

خلوتِ صوفی صفائے دل بود
درد مندے راچنیں حاصل بود

(صوفی کی گوشہ گیری دل کی پاکیزگی ہے۔ دردمند انسان کا حاصل یہی ہوتا ہے۔)

زاتش خلوت نہ پختہ ہر کہ تن
خام ماند در حریفاں ہم چومن

(جو وجود خلوت کی آگ سے نہ پکایا گیا وہ دوستوں کے درمیان میری طرح خام رہے گا۔)

(طالب مذکورہ امور پر عمل کرنے کی) بے حد کوشش کرے تاکہ دنیا کی مشکل گھاٹی اس پر آسان ہوجائے اور دنیا سے قطع تعلق کا مرحلہ دل سے بجالائے۔ ظاہری خلوت تو یہ ہے کہ طالب ایک گوشے میں بیٹھ جائے اور باطنی خلوت یہ ہے کہ اپنے باطن کو ماسوا اللہ سے بالکل خالی کردے۔ رباعی[1]

خلوتِ ظاہر بداں تو انزوا
باطنِ خالی شدن از ماسوا[2]
ہر کہ خلوت ظاہرو باطن گرفت
خلوتی باشد ہمہ کامن گرفت

---

[1] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن اور بحر میں نہیں ہیں۔

[2] یہ مصرع وزن میں نہیں ہے۔

ترجمہ: جان لے کہ ظاہری خلوت گوشہ نشینی ہے۔ باطنی خلوت ماسوا سے خالی ہوجانا ہے۔جس کسی نے ظاہری اور باطنی خلوت اختیار کی بس وہی سب سے پوشیدگی اختیار کرنے والا (حقیقی) خلوتی ہے۔

وہ پاکیزگی جو خلوت میں حاصل ہوتی ہے کسی دوسری ریاضت سے حاصل نہیں ہوتی۔شعر:

مرد بزنداں شرف آرد بدست
یوسف زینگو نہ بزنداں نشست

ترجمہ: عالی حوصلہ شخص کو قید خانے سے عزت حاصل ہوتی ہے۔ یوسف (علیہ السلام) نے اس شان سے قید خانہ اختیار کیا۔

اعتکاف کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ مولا کے دروازے کا محافظ ہوجائے اور اپنے دل میں نیت کرے کہ جب تک میں اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوجاؤں اس سے دست بردار نہ ہوں گا۔ اس تکلیف میں خواہ زمین اور آسمان کی بلائیں نازل ہوں، جب تک میرا مقصود عطا نہ ہوگا میں اس کام سے نہ پھروں گا۔ بیت:

چشم از رُخِ تو بر نکنم گرہزار بار
در دیدہ ام زآتشِ کشند میل

ترجمہ: میں تیرے چہرے سے نگاہ نہ ہٹاؤں گا، خواہ ہزار بار میری آنکھوں میں آتشِ سوزاں کی سلائیاں پھیر دیں۔

میرے خواجہ نور اللہ مرقدہٗ جو کونین بخشنے والے اور جن وانس کے مرشد ہیں فرماتے تھے، شعر:

پائے من جز درِ تو بر درِ دیگر نرود
کہ مرا سر برود عشقِ تو از سر نرود

ترجمہ: میرا قدم تیرے در کے سوا دوسرے کے دروازے پر نہ جائے گا۔ میرا سر جاتا ہے لیکن اس سر سے تیرا عشق نہ جائے گا۔

جس طرح قرض دینے والا قرض لینے والے کے دروازے پر جاتا ہے اور سختی کرتا ہے کہ **لایتصرف عن بابہٖ حتّٰی یقضی دینہ** یعنی جب تک قرض ادا نہ کردیا جائے وہ اس دروازے سے نہیں لوٹتا۔

چونکہ اعتکاف میں بیٹھنے والے کی نیت خالص اللہ کے لیے ہوتی ہے، خودنمائی اور رسمِ عادت نہیں ہوتی (اس لیے) دفترِ اعمال میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں ثبت کریں اور اُن کو نیک لوگوں کی لڑی میں پروئیں (نیکوں کی پیروی کریں) **حیث قال علیہ السلام، من اعتکف یوما ابتغاء لوجہ اللہ جعل اللہ بینہ وبین النار ثلاث خنادق بین کل خندق بعد مابین الخافقان** یعنی ایک مقام پر رسول علیہ السلام نے فرمایا، جس شخص نے اللہ کے لیے ایک دن کا اعتکاف کیا، اللہ تعالیٰ اس کے اور دوزخ کے درمیان تین خندقوں کا فاصلہ پیدا فرماتا ہے اور ہر خندق کا فاصلہ مشرق سے

مغرب تک ہوتا ہے۔
حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے سالک کو خلوت میں اس قدر زیادہ روحانی فوائد حاصل ہوتے ہیں، اور اس کی اس قدر روحانی تکمیل ہوتی ہے کہ کسی دوسری ریاضت میں حاصل نہیں ہوتی کیوں کہ خلوت تمام ریاضتوں، تکلیفوں اور سختیوں کی جامع ہے۔ حق تعالیٰ خلوت میں بیٹھنے والے کو محبوب رکھتا ہے کیوں کہ **ان الله وتر یحب الو تر** یعنی بے شک اللہ تعالیٰ فرد ہے اور محبوب رکھتا ہے فرد کو۔ پہلے پہل حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے قلبِ مبارک کو خلوت اور تنہائی کی لذت بخشی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نزولِ وحی سے قبل غارِ حرا میں ایک ایک ہفتہ خلوت میں تشریف فرما ہوتے تھے۔ **وجب للعبدان یلتزم خلو تا باللہ بنفسہ** یعنی بندے پر واجب ہے کہ وہ اللہ کے لیے اپنے نفس پر خلوت کو لازم کرے۔
جان لیں کہ اعتکاف کو خلوت اور عزلت پر فوقیت حاصل ہے (کیوں کہ) اعتکاف روزے کے ساتھ گوشہ نشینی ہے اور عزلت اور خلوت میں روزہ نہیں رکھا جاتا۔ **الخلوۃ لاھل الصفوۃ والعزلة من ارباب الوصلة** یعنی خلوت اہل صفا کے لیے ہے اور عزلت اہل وصلت کے لیے ہے۔ عزلت اللہ تعالیٰ کے غیر سے کنارہ کش ہونا اور اللہ تعالیٰ سے قریب ہونا ہے، جب کہ خلوت تنہائی، خلق سے دوری اور اہل وعیال سے لگاؤ نہ رکھنا ہے لیکن (یہ عمل) عبادت کی نیت سے اور حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ہو کہ تو خلق اور خاندان کی دعوت میں مشغول ہوا۔ ان کی مشغولیت سے فارغ ہونے کے بعد تو (اللہ تعالیٰ کی جناب میں) استغفار اور عاجزی کر کہ اس کے غیر سے مشغول ہوا۔ یہ وہ مقام ہے کہ **انی استغفر الله فی کل یوم سبعین مرة** یعنی تحقیق کہ میں اللہ تعالیٰ سے ہر روز ستر بار استغفار کرتا ہوں۔ خلوت وعزلت کی حقیقت اور ان دونوں میں جو فرق ہے وہ اُن مکتوبات میں مذکور ہیں جو حضرت قدوۃ الکبراؒ سے منسوب ہیں۔
رباعی[1]:

ہرچہ جز حق باشد آں دشمن بود
بعدہٗ اعدائے تو ایں تن بود
بعدازاں مال وعیالِ خویش داں
کیں ہمہ در راہِ دیں رہزن بود

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز دشمن ہوتی ہے۔ اس کے بعد تیرا یہ جسم دشمن ہوتا ہے۔ اس کے بعد جان لے کہ مال اور اہل وعیال بھی دشمن ہیں کیوں کہ یہ سب دین کی راہ کے رہزن ہیں۔
حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اس راستے کے سالک کے لیے اہم بات یہ ہے کہ ایک پل کے لیے بھی نسبت اور حضوری سے غافل نہ ہو، خاص طور پر خلوت نشین کو جو عہد کردہ نسبت کا محل ہوتا ہے اور نفسِ حضور کی قوت سے آگاہ ہوتا ہے

[1] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن اور بحر میں نہیں ہیں۔

(اس غفلت کے نقصان کا) تدارک نہیں ہوسکتا۔ اسی سلسلے میں فرماتے تھے کہ حضرت شیخ الشیوخؒ [1] حرم کعبہ میں عزلت وخلوت میں مشغول تھے کہ حضرتِ خضرؑ تشریف لائے۔ شیخ الشیوخ ان کی جانب متوجہ نہیں ہوئے۔ فارغ ہونے کے بعد آپ کو اصحاب نے خبردار کیا اور نصیحت کرنی شروع کی۔ حضرت شیخ نے فرمایا یہ بات قابلِ رحم ہے اگر خضرؑ تشریف لاکر لوٹ گئے تو پھر آجائیں گے لیکن اے نیک بختو میں اس وقت مشغول بہ حق تھا اگر وہ وقت نکل جاتا تو پھر حاصل نہ ہوتا اور مجھے قیامت تک شرمندگی رہتی۔ رباعی:[2]

اگر وقتے مرا بایار گردد
کہ جاں را اندراں دم بار نبود
دراں وقت اربوَم من غیر پرداز
غرامت ایں ہمہ سروکار نبود

ترجمہ: اگر میں دوست کے ساتھ کوئی ساعت بسر کروں جس میں سانس جان کے لیے بار نہ ہو۔ ایسی اچھی گھڑی میں اگر میں غیر کی جانب توجہ دوں تو اس نقصان کی تلافی نہیں ہوسکتی

یہ گفتگو ہورہی تھی کہ خضر علیہ السلام دوبارہ تشریف لے آئے۔ شیخ نے اُن کا استقبال کیا اور عرض کیا، **خرجوا میامن برکتکم من اللہ الکریم** یعنی آپ کی برکت سے خدائے کریم سے باہر ہوئے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ گوشہ نشینی دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک خلق سے دوری یعنی لوگوں سے میل جول اور صحبت ترک کرنا اور دوسرے خلق سے لاتعلق یعنی خلق کو اپنے دل سے دور کردینا اگرچہ ان کے درمیان رہے۔ یک دانہ موتی کی طرح اکیلا۔ شعر:

گر باہمہ چوں بے منی بے ہمہ
ور بے ہمہ چو بامنی باہمہ

ترجمہ:۔ اگر تو سب میں شامل ہے اور میری طرح مجھ سے الگ ہے تو سب کے ساتھ نہیں ہے اور اگر تو سب سے الگ میرے ساتھ ہے تو میری طرح سب میں شامل ہے۔

---

[1] ''شیخ الشیوخ'' سے یہاں کون بزرگ مراد ہیں، متن کتاب سے واضح نہیں ہوتا، لیکن سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کی کتابوں میں شیخ الشیوخ کا لقب حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے لیے استعمال ہوا ہے۔ یہاں غالباً حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ ہی مراد ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں، فوائد الفواد از حسن علا سجزیؒ سیر الاولیا از امیر خورد کرمانیؒ اور خیر المجالس از حمید قلندر شاعرؒ۔ سیرُ الاولیا میں بعض جگہ حضرت فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے لیے بھی شیخ الشیوخ تحریر ہوا ہے لیکن حضرت گنج شکرؒ کے مکۂ معظّمہ جانے کی روایت کسی مستند تذکرے میں نہیں ہے لہٰذا شیخ الشیوخ سے مراد حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی ہی لیے جائیں گے۔

[2] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن وبحر میں نہیں ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرٰؒ فرماتے تھے کہ عبادت کے دس حصے ہیں، اس میں نو حصے خلق سے دوری ہے اور ایک حصہ خاموش رہنا ہے۔ شعر:

بخلوت نشیں وبر خیز از ہمہ چیز
بُراز خلق ویا باخلق در آمیز

ترجمہ: (اے سالک) خلوت میں بیٹھ اور سب چیزوں سے کنارہ کش ہوجا۔ یا تو خلق سے اپنے آپ کو کاٹ لے یا خلق میں گھل مل جا۔ (اختیار تیرے ہاتھ میں ہے)

حضرت شیخ سعدی قدس اللہ سرہٗ خلوت میں تھے۔ ایک شخص داخل ہوا اور دریافت کیا کہ اے شیخ آپ تنہا ہیں۔ شیخ نے فرمایا کہ جب تم داخل ہوئے تو تنہا ہوگیا۔ شعر:

سکوتے نیست بہرِ روح باکس
سکوتِ روح خلوت آمد و بس

ترجمہ: روح کو کسی شخص سے سکون حاصل نہیں ہوتا۔ روح کو صرف خلوت ہی سے سکون ملتا ہے۔

گوشہ نشینی تین طرح کی ہے۔ (اس کا اصلِ اصول) اپنے شر سے لوگوں کو بچانا ہے۔ اسی اصول کے مطابق مشائخ نے فرمایا ہے کہ خلوت میں بیٹھنے والے کو چاہیے کہ دل سے سچی نیت کرے کہ لوگ میرے شر سے تنگ آ چکے ہیں اور اگر میں چند روز خلوت میں نہ بیٹھوں تو لوگ میرے نفس کے شر سے پریشان ہوجائیں گے۔ (علاوہ ازیں) میرا وجود زیورِ خلوت سے آراستہ ہوجائے گا۔ یہ خیال ہرگز دل میں نہ لائے کہ میں لوگوں کے شر سے تنگ آ گیا ہوں اس لیے گوشہ نشین ہوتا ہوں۔ صد ہزار رحمتیں گنجہ [1] کے گنج نشین پر ہوں جو فرماتے ہیں۔ شعر

ملامت گرفت از من ایّام را
بہ کنجِ ارم بردم آرام را

ترجمہ: میری ذات کی وجہ سے زمانے کو ملامت کیا جاتا ہے اس لیے امن وسکون کے لیے خود کو گوشۂ جنت میں لے جاتا ہوں۔

(جیسا کہ مذکور ہوا) گوشہ نشینی تین طرح کی ہے۔ ایک خلوتِ عوام یعنی خلق اور زمانے سے دور ہونے کے لیے گوشہ نشینی اختیار کرے اور کبھی کبھی کاروبار کی خاطر لوگوں سے ملے۔ اس کا رتبہ معلوم ہے۔ دوسری خلوتِ خاص یعنی عام لوگوں کے درمیان رہے اور بازار میں پھرے لیکن بہ باطن حق کے ساتھ مشغول اور صاحبِ اسرار ہو۔ خواجگانِ نقشبندیہ نے اس کی جانب ''خلوت درانجمن وسفر دروطن'' [2] کی اصطلاح میں اشارہ کیا ہے۔ تیسری خواص میں خاص لوگوں کی خلوت یعنی سالک

---

[1] گنجہ ایران کے ایک شہر کا نام ہے۔ ''گنجہ کے گنج نشیں'' کنایہ ہے نظامی گنجویؒ سے جن کا شعر نقل کیا گیا ہے۔

کے دل میں سوائے اللہ تعالیٰ کی یاد کے کچھ نہ ہو۔

خلوت وعزلت اور چلہ کشی کے طریقے کا ذکر:

اپنے زمانے کا ایک نامور بادشاہ اور سردار، حضرت قدوۃ الکبراؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ چلّے سے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ واقف کار نے گزارش کی کہ اگر اجازت ہو تو میں چند روز اعتکاف میں گزار دوں۔ آپ نے فرمایا، مردانہ چلّہ یا زنانہ چلّہ۔ سلطان نے عرض کی کہ اے میرے مرشد مردانہ اور زنانہ چلّے کا فرق واضح فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ زنانہ چلّہ یہ ہے کہ جس طرح عورتیں نفاس کے دنوں میں گوشہ نشین ہوتی ہیں وہ بھی گوشہ نشین ہوجائے۔ اس کا حاصل سوائے کم کھانے اور کم سونے کے کچھ نہیں ہے اور مردانہ چلّہ یہ ہے کہ ظاہری طور پر خلق میں موجود اور بہ باطن دریائے حق میں مستغرق ہو۔ یہ استغراق اس درجہ کا ہو کہ کبھی حواس کا احساس ہو اور کبھی بالکل نہ ہو۔

كما قال المشايخ، اصل العزلت عزل الحواس عن التصرف فى المحسوسات ۔یعنی جیسا کہ مشائخ نے فرمایا ہے، اصل گوشہ نشینی محسوسات کے تصرف سے حواس کو برطرف کرنا ہے۔

مردانہ اور زنانہ چلّے کا ذکر:

ازروئے اتفاق ایک محرم خادم کو جو حریم الٰہی کے محرم اور ناز کرنے والے مخدوم کے خادم تھے، ذاتی کام کے سبب اسفند یار بیگ کی خدمت میں دارالخلافہ روم جانا ہوا، چونکہ وہ حضرت کی درگاہ کے ملازم اور آپ کی بارگاہ کے خادم تھے، اسفند یار بیگ نے اُن کا استقبال کیا اور پوری تعظیم سے اپنی جائے قیام پر لے گیا اور صدر محفل میں بٹھایا۔ ایسا سبب ہوا کہ مشائخ کے چلے سے متعلق گفتگو نکل آئی۔ حضرت خادم نے دوران گفتگو کہا کہ مردانہ چلّہ کرنا چاہیے۔ اسفند یار بیگ نے دریافت کیا کہ زنانہ اور مردانہ چلّہ کیا ہوتا ہے؟ محرم نے حریمِ سلطنت سے عرض کیا کہ حضرت قدوۃ الکبراؒ سے سننے میں آیا ہے کہ مردانہ چلہ یہ ہے کہ جس مقام پر بھی ہو، اپنے مقصود سے ایک پل بھی غافل نہیں ہونا چاہیے۔ زنانہ چلے کا ذکر ہو ہی چکا ہے۔ دوسرے مردانہ چلّہ یہ ہے کہ مرد بہت زیادہ کھاتا ہے اور بہت زیادہ کام بھی کرتا ہے۔ اسفندر یار بیگ نے کہا کہ اگر (کرکے) دکھائیں تو سرفراز فرمائیں گے۔ محرم خادم نے کہا کہ سراپردہ کھینچ کر ایک بکرا، ایک من آٹا، آدھا من کرنج[۲] اور اسی طرح کی دوسری چیزیں کھانا پکانے کی مہیا کریں۔ ہر روز یہ سامان ان کی خدمت میں بھیج دیا جاتا تھا۔ جناب محرم یہ تمام چیزیں کھا جاتے اور سانس تک نہ لیتے۔ پیشاب پاخانے کو بھی باہر نہ نکلتے۔ یہاں تک کہ چالیس روز پورے ہوگئے۔ جب (ضروری حاجت کے لیے) جنگل کی طرف نکلے تو دو مینگنیاں زمین پر ڈالیں۔ یاروں نے وہ مینگنیاں

---

۱ ''خلوت در انجمن وسفر در وطن'' لوگوں میں رہتے ہوئے خلوت میں رہنا اور اپنے باطن میں سفر کرنا۔

۲ کرنج۔ یہ لفظ کسی لغت میں نہیں ملا۔ شاید کرنب ہو جس کے معنی بند گوبھی کے ہیں یا برنج یعنی چاول ہو۔

اٹھا کر اصحاب کو دکھائیں ہتھوڑا اور گھن لا کر انھیں کوٹا لیکن وہ نہیں ٹوٹیں۔ قطعہ:[۱]

کمالِ خویش را آں چلّۂ بند
کہ شصت وچل تو اند چلّہ کردن
زہے مردانِ چلّہ کش کا نچنانند
کہ زیشاں چلّہ دل زاں چلّہ کردن

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ خلوت میں کھانا پینا مقررہ طریقے کے مطابق ہوتا ہے۔ درجہ بدرجہ غذا میں کمی کرے۔ ایک دم سے کمی نہ کرے۔ اگر ایک دم کمی کی جائے گی تو دل بے جان ہوجائے گا۔ ہندوستان کے اکثر لوگوں نے ریاضت ومجاہدے میں بدعت اختیار کرلی ہے۔ چناں چہ میں نے خود بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ ایک لونگ اور چمچہ سرکے پر گزارہ کرتے ہیں اور جسم کو کمزور کرتے ہیں۔ اس قسم کی ریاضت کا حاصل سوائے ناموئی اور شہرت کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اس سے محفوظ رکھے۔ قطعہ:

بہ بیند شاہدِ رعنائے خلوت
کسے کز فاقہ کردن فربہی یافت
کسے کودر سرِ خلوت زمعہود
گزشتہ از غذا و فربہی یافت[۲]

ترجمہ: وہ شخص خلوت کا زیبا معشوق دیکھتا ہے جو فاقہ کرنے سے فربہی پاتا ہے۔ وہ شخص جو خلوت میں مقررہ غذا سے گزر کر فربہ ہوگیا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اگر محض بھوکا رہنے سے تکمیل ہوجاتی تو لازمی طور پر تمام جوگی قطب الاقطاب ہوتے۔ اگر چہ بھوک کو بھی مجاہدے کا ایک اصول کہا گیا ہے لیکن جب تک ذکر وفکر کی دوسری چیزیں ممد و معاون نہ ہوں مشاہدہ حاصل نہیں ہوتا اور جن لوگوں نے مدّت تک بھوک پیاس جھیلی ہے اور کرامت خیال کرتے ہیں انھوں نے غلطی کی ہے بلکہ ان کی توانائی صرف خواہشِ نفسانی اور شہرت یابی پر صرف ہوئی، اسی قوت سے انھوں نے بھوک برداشت کی۔

---

[۱] یہ قطعہ صحیح طور پر نقل نہیں ہوا ہے۔ تیسرا مصرع بے وزن ہے۔ صحیح نقل نہ ہونے کی وجہ سے ترجمہ نہیں کیا گیا۔

[۲] مطبوعہ نسخے میں اِس قطعے کا چوتھا مصرع اس طرح نقل کیا گیا ہے۔ ''گزشتہ از خدا فربہی یافت'' پہلی بات تو یہ ہے کہ مصرع بے وزن ہے۔ دوسرے یہ کہ اس مصرعے کا ترجمہ ہوگا'' خدا سے گزر کر فربہ ہوگیا'' یہ ترجمہ مہمل ہوگا اس لیے مترجم نے قیاسی تصحیح کی ہے اور چوتھا مصرع اس طرح بدل کر ترجمہ کیا ہے۔ ''گزشتہ از غذا وفربہی یافت'' احقر مترجم کا خیال ہے کہ پورا قطعہ صحیح طور پر نقل نہیں ہوا ہے اور اس میں سہوِ کتابت ہے کیونکہ اس قطعے کے بعد جو مضمون آرہا ہے وہ اس قعطے کے مفہوم کے برعکس ہے۔

ایک مکار چلہ کش درویش کا قصہ:

اسی سلسلے میں فرماتے تھے کہ سیلون کے سفر کے دوران ہم شہر صفاہان میں پہنچے۔ اس علاقے کا والی تمام تر توجہ کے ساتھ حاضر ہوا اور ملاقات کی۔ اس نے بیان کیا کہ ہمارے شہر میں ایک درویش ہے جو چالیس روز بعد افطار کرتا ہے۔ اس کے مریدوں اور معتقدوں کی ایک جماعت (افطار کے دن) اس کی زیارت کرتی ہے اور اپنے شیخ کی ستائش کرتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا چلّہ پورا ہونے والا ہے یا دیر ہے۔ والی نے عرض کیا کہ کل باہر آئے گا۔ آپ نے فرمایا کہ تم شہر کے لوگوں کو اس کی زیارت کے لیے نہ جانے دو اور چھوٹے بڑے لوگ بھی اس کی زیارت کے لیے نہ جائیں۔ چناں چہ اس پر عمل کیا گیا۔ ریا کار شیخ جس نے چالیس دن تک ریا کاری کی سجاوٹ اور خود نمائی کی شکل کو شہرت سے آراستہ اور غرور سے مزین قد پر ڈھالا تھا، سخت صدمے سے دوچار ہوا۔ اپنی کھوٹی پونجی اور فاسد مکاری کو کس خریدار کو دکھاتا اس کی چالیس روزہ قوت یہی خودنمائی اور شہرت تھی جو اسے حاصل نہ ہوئی ناچار اپنا اسبابِ آخرت کے سرائے کے لیے روانہ کیا (صدمے سے مرگیا۔)

گوشہ گزینی کی شرط یہ ہے کہ پہلے سلوک ومعرفت، توحید، نفی واثبات اور دل میں گزرنے والے وسوسوں اور بے جا خواہشوں کو دفع کرنے کا علم حاصل کرے، اس کے بعد خلوت میں بیٹھے، ورنہ نفسانی خیالات اور بے ہودہ شہوانی باتیں اسے ضلالت کی پستی میں ڈال دیں گی۔ **والعزلت مقارنة الشیطان** یعنی گوشہ نشینی شیطان کے قریب ہونا ہے۔ اس کیفیت کا شخص ایسا ہوتا ہے۔ شعر

خیالاتِ نادان خلوت نشاں[1]
بہم برکند عاقبت کفرو دیں

ترجمہ: نادان خلوت نشیں کے بے ہودہ خیالات آخر کار کفر و دین کو درہم برہم کردیتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اگر مبتدی خلوت میں بیٹھے تو پیر کی قیام گاہ سے دور گوشۂ عبادت نہ بنائے تا کہ خلوت کے دوران جو واقعہ اور مشاہدہ آئے پیر سے عرض کرسکے اور اس کی ہدایت کے مطابق منازل سلوک طے کرسکے۔ اگر مرید منتہی ہے تو اسے خلوت کی ضرورت ہی نہیں ہے وہ جس مقام پر ہے خلوت ہی میں ہے۔ قطعہ:

کسے کز خویشتن بگرفت عزلت
بہر دو عالمش خلوت مہیّاست
زہے آں مرشدِ دانائے اسرار
کہ وے را ایں چنیں خلوت بیا راست

---

[1] شعر گوئی کے قاعدے کے مطابق نشاں کے بجائے ''نشیں'' ہونا چاہیے کیوں کہ دوسرے مصرے میں ''دیں'' کا قافیہ ہے اس لیے پہلے مصرے میں ''نشیں'' قافیہ ہونا چاہیے۔

ترجمہ: جس سالک نے اپنی ہستی سے دوری اختیار کی اسے دونوں عالموں میں (ہر جگہ) خلوت میسر ہے۔ مرحبا وہ واقفِ رازمرشد (عظیم ہے جس نے) مرید سالک کے لیے ایسی خلوت کو آراستہ کیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ طالبِ صادق جو خلوت میں بیٹھتا ہے اس کے لیے اس راہ کی دس شرطیں ہیں بقدرِ ضرورت شریعت کا علم ہونا۔ توحید و معرفت کا علم ہونا۔ جو علم سیکھا ہے اس کے مطابق عمل کرنا۔ اپنے اختیار سے مشکلات اور سختیوں کو برداشت کرنا نہ کہ ضرورتاً اور مجبوراً تحمل کرنا۔ اپنے آپ کو سب سے کمتر جاننا تاکہ غرور میں مبتلا نہ ہو اعمال میں فتور اور تفرقہ پیدا نہ کرنا۔ اپنی ذات میں طاعت وعبادت کے غرور کو راہ نہ دینا۔ جو کچھ غیب سے عطا ہو اسے جمع نہ کرنا۔ جو چیزیں اللہ تعالیٰ سے دوری پیدا کرتی ہیں ان سے کامل طور پر لاتعلق ہوجانا اور (اپنے اس فیصلے کو) سرمایۂ سعادت اور نفع رساں جاننا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اگر طالب کی کوئی دنیاوی مراد یا جان سے لپٹنے والا مقصود حاصل نہ ہو تو اسے اصل دولت اور سعادت خیال کرے اور حق تعالیٰ کا شکر ادا کرے کیوں کہ حق تعالیٰ اپنے دوستوں کو دنیا سے باز رکھتا ہے۔

قیامت کے دن مولا اور بندے کے درمیان معاملے کا ایک عجیب نکتہ:

اسی سلسلے میں فرمایا کہ کل قیامت کے دن حساب گاہ میں بندہ اپنے نامۂ اعمال پر نظر ڈالے گا اور اس میں بعض ایسی عبادتوں کا ثواب دیکھے گا جو اس نے دنیا میں ہرگز نہیں کی تھیں وہ حیران ہوگا اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کرے گا کہ اے اللہ تو خوب جانتا ہے کہ میں نے یہ عبادتیں نہیں کی تھیں۔ جواب آئے گا کہ تو نے دنیا میں مجھ سے فلاں مراد مانگی تھی جو میں نے پوری نہیں کی۔ اب اس نا رسیدہ مراد کے بدلے میں نے یہ ثواب عطا کیا ہے۔ بندہ عرض کرے گا اگر آپ کا ایسا لطف وکرم ہے تو دنیا میں میری کوئی مراد پوری نہ کی ہوتی تاکہ مجھے اس کا بدلہ یہاں ملتا۔ قطعہ:

مرادِ دل کہ زمطلوب کم شود حاصل
بگوشِ ہوش شنو کاں بروں زحکمت نیست
طبیب ہر چہ بہ بیمار خوردنی بدہد
مگر زطبع سقیمی کہ آں مروت نیست

ترجمہ: وہ مراد دلی جو محبوب سے حاصل نہیں ہوتی تو یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ روش بھی حکمت سے باہر نہیں ہے۔
طبیب بیمار کو جو کچھ بھی کھانے کے لیے دیتا ہے بیمار کی طبیعت کے مطابق ہے۔ مروت نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ خلوت نشیں خلوت سے باہر نہ نکلے، لیکن انسانی قضائے حاجت کے لیے جیسے پیشاب پاخانہ ہے باہر آ سکتا ہے۔ (اس کے علاوہ) وضو کرنے، نماز باجماعت ادا کرنے اور نماز جمعہ کے لیے باہر نکل سکتا ہے۔ نماز باجماعت ہرگز ترک نہ کرے، اگر ممکن نہ ہو تو کسی شخص کو حجرے کے اندر بلالے اور جماعت کرے جاہلوں کا گروہ جو جمعہ

وجماعت اور پانچ نمازوں کے لیے باہر نہیں آتے غلط کرتے ہیں۔

چلے کے دنوں کے تعین اور ان کی ادائیگی کا بیان:

چلّے کے دنوں کے تعین اور انصرام کا ذکر آ گیا (اس پر) حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ (بزرگوں نے) چلے کے ایام کے تعین کے باب میں سنّت نبوی اور حدیث مصطفوی کو سند بنایا ہے۔ انھوں نے آیات، آثار، احادیث اور دوسری روایات کی بھی پیروی کی ہے۔[1] رسول علیہ السلام نے فرمایا، جس نے خالص اللہ کے لیے چالیس دن خلوت میں گزارے اللہ تعالیٰ اس کے دل سے حکمت کے چشمے پیدا فرماتا ہے جو اس کی زبان سے جاری ہوتے ہیں۔ نیز رسول علیہ السلام نے فرمایا، بندہ چلّہ نہیں کھینچتا کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے یہ اس کے طبقے کے لیے ہے اور عوارف میں ہے، تحقیق جب داؤد علیہ السلام خطا میں مبتلا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے خاص کر دیا ان کو، اس حال میں کہ وہ سجدہ کنندہ رہیں چالیس دن اور رات یہاں تک کہ ان پر بخشش نازل ہوئی عظیم رب سے۔

اسی سلسلے میں فرمایا کہ ان ایام میں جب حضرت داؤد علیہ السلام سجدہ گزاری میں مشغول تھے سجدے سے سر نہیں اٹھاتے تھے۔ صرف مفروضہ نماز کے وقت سر اٹھاتے تھے۔ ان کی آنکھوں سے اس قدر آنسو جاری ہوئے کہ (زمین سے) انگور اُگ آئے۔ اس مدّت میں حضرت داؤد علیہ السلام نے کھانے پینے سے ہرگز سروکار نہ رکھا۔ بناش کے قصے میں بیان کیا گیا ہے کہ انھیں رسول علیہ السلام نے فرمایا ہے، اے بناش باہر آؤ۔ وہ گریہ اور تضرع کرتے ہوئے باہر نکلے پھر چالیس دن تک مشغول بحق رہے۔ اس کے بعد آسمان کی جانب سر اٹھایا اور عرض کیا کہ اے محمد اور آدم وحوا (علیہم السلام) کے رب اگر تو نے (مجھے) بخش دیا ہے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وحی کے ذریعے خبر کر، وگرنہ آسمان سے آگ برسا کہ میں اس آگ میں خود کو جلا ڈالوں اور عذابِ دوزخ سے رہائی پاؤں۔ ناگاہ جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور ان کی مغفرت کی خوش خبری سنائی۔ **وقد خص اللہ تعالیٰ اربعین یوماً بالذکر، فی قصۃ موسیٰ ترک الطعام بالنھار واکلہ باللیل یطوی اربعین من غیر اکل** یعنی اللہ تعالیٰ نے چالیس روز ذکر کے ساتھ مخصوص فرمائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں ہے کہ آپ نے دن کا کھانا ترک کیا صرف رات کو کھاتے تھے اور چالیس دن بغیر کھائے روزے پر روزہ رکھا۔ اس طرح کی باتیں آثار واخبار میں کثرت سے بیان کی گئی ہیں جن سے چلے اور اس کے دنوں کا تعین معلوم ہوجاتا ہے۔ حق تعالیٰ نے چالیس دن میں ایک فضل اور برکت رکھی ہے اسی سبب سے صحابہ، تابعین، کامل مشائخ، متقدمین اور متاخرین نے (خلوت کے لیے) اسے اصل قرار دیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ اعتکاف جس ماہ میں میسر ہوسکے بہتر ہے لیکن جن بزرگوں نے پہلے گزرے ہوئے نبیوں کی متابعت میں ان کی پیروی کی ہے اور اعتکاف میں بیٹھے ہیں وہ چار طرح کے ہیں۔

---

[1] احقر مترجم نے یہاں طویل عربی عبارت کونقل کرنے کے بجائے اردو ترجمہ پر اکتفا کیا ہے۔

اوّل جمادی الآخر کی اکیسویں شب سے پورے ماہ رجب تک۔ یہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی متابعت میں ہوتا ہے دوسرا ماہِ شعبان کی اکیسویں شب سے شبِ عید تک۔ یہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اس میں علما کا اختلاف ہے۔ بعض علما تو وہی رمضان کے آخری عشرے کو مسنون کہتے ہیں اور دوسرا اگر وہ پورے رمضان اعتکاف کرنے پر مصر ہے۔ تیسرا ذی قعدہ کی بیسویں رات سے عید قربان کی شب تک جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی متابعت میں ہوتا ہے اور چوتھا ذی الحجہ کی پندرھویں شب سے ماہِ محرم کی پانچویں رات تک جو حضرت یونس علیہ السلام کی پیروی میں ہوتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اعتکاف کرنے والے کو سوائے سات حالتوں کے باہر نہیں نکلنا چاہیے یعنی وضو، انسانی قضائے حاجت، غسل جنابت یا کسی طرح غسل، نماز جمعہ، اعتکاف کی جگہ تباہ ہوجائے یا بادشاہ کی مہمات کے لیے جائے بشرطیکہ کہ دوسرا شخص مہم کا انتظام نہ کرسکتا ہو اگر دوسرا شخص کرسکتا ہے تو بادشاہ کی مہم کے لیے بھی باہر نہیں نکلنا چاہیے۔ معتکف کے لیے جایز ہے کہ وہ مسجد کے گوشے میں کھائے پیے اور قیام کرے۔ اس کے سوا دوسرے شخص کو جایز نہیں ہے۔ اِن مذکورہ سات حالتوں کے سوا اگر معتکف باہر نکلے تو اعتکاف فاسد ہوجاتا ہے۔ یہی حکم مریض کی عیادت کے لیے ہے لیکن غیر نذر معتکف کو جس نے نفلی اعتکاف کیا ہے ، مریض کی عیادت اور جنازے کے ساتھ جانے کی اجازت ہے۔[1] اعتکاف دو طرح کا ہوتا ہے ایک واجب اور دوسرا نفل۔ واجب وہ ہے کہ اپنے نفس پر واجب کرلیا جائے اور یہ جایز نہیں ہے مگر روزے کے ساتھ۔ اور (کسی مسجد میں) جائز نہیں ہے مگر اس مسجد میں جس میں جماعت کے لیے امام اور موذن رکھا گیا ہے۔ جب پیشاب پاخانے کے لیے باہر نکلے تو فراغت کے بعد ٹھہرنے کا تکلف نہ کرے۔ اگر اعتکاف کی نذر کے وقت شرط کرلی ہے کہ مریض کی عیادت، نماز جنازہ اور علما کی مجلس میں حاضر ہونے کے لیے باہر نکلوں گا تو کچھ حرج نہیں ورنہ ایک ساعت کے لیے بھی باہر نکلا تو اعتکاف باطل ہوجائے گا۔

شرائطِ اعتکاف:

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب طالب صادق اور پختہ سالک خلوت میں جانے کا ارادہ کرے تو پہلے کامل غسل کرے اور صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد خلوت کی طرف متوجہ ہو۔ جب دروازے پر پہنچے تو (یہ دعا) پڑھے۔

رَّبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّاَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّاجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا ۔[2]

(ترجمہ) اے میرے رب تو مجھے (جہاں بھی داخل فرمائے) پسندیدہ طریقے سے داخل فرما اور مجھے (جہاں سے بھی باہر لائے) پسندیدہ طریقے سے باہر لا اور مجھے اپنی طرف سے وہ غلبہ عطا فرما جو (میرے لیے) مددگار رہو۔

---

[1] یہاں سے آخر پیرے تک تمام مطالب عربی عبارت میں ہیں۔ احقر مترجم نے طویل عربی عبارت نقل کرنے کے بجائے اردو ترجمہ کیا ہے۔

[2] پارہ۔۱۵، سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۰

جب مصلّے پر کھڑا ہوتو پہلے دایاں پاؤں مصلّے پر رکھے اور کہےاَللّٰھُمَّ اغْفِرلِیِ ذُنُوبِی وَافتح لِی اَبوابَ رَحمتک یعنی اے خدا میرے گناہوں کو بخش دے اور مجھ پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے، پھر آفتاب طلوع ہونے کے بعد دو رکعت نماز عجز وانکسار اور صدق واخلاص کے ساتھ ادا کرے اور اسی حالت میں، جس صورت میں تشہّد میں بیٹھتے ہیں، بیٹھے، پھر فرض اور سنّت سے فارغ ہونے کے بعد اس ذکر میں مشغول ہوجائے جو اس کے مناسبِ حال اس کے شیخ نے تلقین کیا ہے۔ تمام مشائخ نے اذکار میں سے لا الہ الاّ اللّٰہ کا ذکر اختیار کیا ہے۔ اگر چہ مشائخ چشت نے ذکرِ خفی کیا ہے لیکن اس فقیر کو جس کا نام اشرف ہے، حضرت مخدوم جہانیاںؒ نے بلند آواز سے ذکر کرنے کی اجازت دی ہے اور اس نے اپنے اصحاب کو یہی تلقین کیا ہے۔ اشعار:

عارفانہ چو ذاکری آگاہ
خوش بگو لا الہٰ اِلا اللہ

ترجمہ:۔ جب تو عارفانہ طور پر ذکر سے واقف ہے تو خوشی کے ساتھ لا الہ الا اللہ کا ذکر کر۔

گر تو خواہی شہودِ یزدانی
از زباں لا الہٰ در خوانی

اگر تو اللہ تعالیٰ کے شہود کا طالب ہے تو زبان سے لا الہ کا ذکر کر۔

زانکہ آئینۂ دلِ پُر زنگ
صیقلش لاالہٰ گیر بسنگ

دل کا آئینہ جو زنگ آلود ہوگیا ہے، اسے لا الہٰ کے پتھر سے صیقل کر

آہن وسنگ چوں بہم بزنی
شررِ نورِ او بروں فگنی

جب لوہے کو پتھر سے رگڑے گا تو اس کے نور کی چنگاری باہر ظاہر ہوگی۔

نفی واثبات کے علاوہ دیگر اذکار کا طریقہ سابق لطیفے میں بیان کیا جاچکا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ کھانے سے متعلق مشائخ کا عمل مختلف ہے۔ سب سے کم (غذا) یہ ہے کہ روٹی اور نمک پر قناعت کریں۔ رات میں ایک رطل کھانا کھائے۔ اگر مناسب ہوتو آخر عشا کے بعد اوّل شب میں آدھا کھانا کھائے اور آدھا کھانا آخر شب میں کھائے۔ یہ صورت معدے کے لیے آسانی پیدا کرتی ہے اور کھانا ہضم کرنے میں مدد دیتی ہے۔ اس سے رات کی نماز، تلاوت اور اذکار (بغیر گرانی کے) جاری رہتے ہیں۔ اگر طالب کے لیے سالن ترک کرنا ممکن نہ ہوتو اپنی حالت کے مناسب مقدار میں کھائے۔

غذا میں کمی کرنا اور طے کا روزہ رکھنا:

اگر افطار پھل سے کرے بہتر ہے۔ ابتدا تھوڑے تھوڑے کھانے سے کرے تا کہ طالب کی قوّت زایل نہ ہو۔ جب ہمت بلند ہوجائے تو مسلسل روزے کی کوشش کرے۔ چند روزے طے کے رکھے اور وہ بھی اس طرح کہ جسمانی قوت اس طے کو برداشت کرے۔ ہرگز ہرگز ایسے طے نہ کرے کہ مقصد حاصل ہی نہ ہو، اور جسمانی ضعف غالب آجائے۔ ایسے عمل کی ممانعت کی گئی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ مشائخ میں طے کے بارے اختلاف ہے۔ ایک گروہ نے تین دن کا دوسرے نے سات دن کا تیسرے گروہ نے آدھے مہینے کا روزہ رکھا ہے۔ یہ (مدّت) ترتیب سے میسر ہوتی ہے ورنہ ایک دم (مدّت کا اضافہ) مشکل ہے۔ بزرگوں نے اس کام کا دارو مدار چار چیزوں پر رکھا ہے۔ بھوک۔ بیداری۔ خلوت اور فکر۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ خلوت میں غذا کو کم کرنے سے متعلق مشائخ کے مختلف احوال اور اقوال بیان کیے گئے ہیں۔ فقیر کے نزدیک قلّتِ طعام اسی قدر مناسب ہے کہ انسانی ضعف پیدا نہ ہو اور جسم پر شدید اثر نہ ہو، لہٰذا خلوت میں اتنی غذا مناسب ہے جو معمول کے مطابق ہو۔ تھوڑا تھوڑا ضرور کھاتا رہے خواہ کئی مرتبہ کھانا پڑے۔ صوفی کے لیے شوربا دال مناسب ہے۔ فائدہ بخش ہے۔ انتہا بہ نسبت مبتدی اور متوسط کی بیان کی جاتی ہے لیکن منتہی بیماری کے بعد صحت یاب ہوکر آثار و انوار اور حال ومقام کی صفت پر متمکن ہوتا ہے۔ اسی سلسلے میں حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ فرماتے تھے اور بار بار فرماتے تھے کہ مجھے آخرِ حال میں کھانے اور پینے کے جو فائدے حاصل ہوئے، ایسی روحانی خوشی اور حقیقت ابتدائے سلوک میں میسر نہیں ہوئی۔ میں نے ریاضتوں کی سختیاں یا مجاہدے میں زیادتی جیسے کھانے پینے میں کمی کرنا (وغیرہ) کبھی روا نہیں رکھی لیکن ہر بدنفس شخص کو یہ باتیں دستور نہیں بنانا چاہیے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ خلوت میں صحبت کی تفصیلات میں مشائخ میں اختلاف ہے ایک جماعت کا موقف یہ ہے کہ (شیخ) کی صحبت کے بغیر خلوت وعزلت بے کار ہے۔ حضرت سلطان المشائخ (قدس سرہٗ) فرماتے تھے کہ نیک لوگوں اور عارفوں کی صحبت میں بے حد منافع ہیں لیکن یہ صحبت کہاں میسر ہے۔ رباعی:

کو سوختۂ کہ سازمش محرمِ خویش
بادل شدۂ کہ یا بمش ہمدمِ خویش
بس ہر دو بکنج بخلوتے بنشستہ (اند) [1]
من ماتمِ خود دارم و او ماتمِ خویش

ترجمہ: وہ سوختہ (جاں) کہاں ہے جسے میں اپنا محرم بناؤں۔ ایسا دل گم کردہ کہاں جسے اپنا ہمدم پاؤں۔ بس دونوں اپنے اپنے

---

[1] قلابین میں ''اند'' کا قیاسی اضافہ احقر مترجم کا ہے۔ اس طرح وزن بھی پورا ہوجاتا ہے اور مفہوم بھی واضح ہوجاتا ہے۔

گوشۂ خلوت میں بیٹھے ہیں۔ میں اپنے ماتم میں مصروف ہوں اور وہ اپنے ماتم میں مصروف ہے۔

اصحابِ سلوک جو ریاضتیں اور مجاہدے کرتے ہیں اس لیے کرتے ہیں کہ کسی واصل بہ حق کی صحبت کے لایق اور کسی شیخِ کامل کی خدمت میں رہنے کے قابل ہوجائیں کیونکہ کسی واصل بہ حق کی ایک دن کی صحبت سو سال کے مجاہدے سے بہتر ہے۔ **کما قال علیه السلام ان الصّلوة والصّیام یقضی وصحبة الصالحین والعارفین لایقضی** یعنی رسول علیہ السلام نے فرمایا بے شک نماز اور روزے کی قضا ہوسکتی ہے (لیکن) صالحین اور عارفین کی صحبت (فوت ہونے) کی قضا نہیں ہوتی۔ قطعہ:

اگر فوت از نماز و روزہ باشد
تواں کردن قضایش باز از سر
ولے گر فوت گردد صحبتِ دوست
قضا یش کرد نتواں بار دیگر

ترجمہ: اگر نماز یا روزہ (کسی وجہ سے) ادا نہ ہوسکے تو دوسرے وقت اس کی قضا ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر دوست کی صحبت فوت ہوجائے تو اس کی تلافی ناممکن ہے۔

منقول ہے کہ مومن سے بھلائی اور برائی دونوں واقع ہوتے ہیں اور کافر سے ہمیشہ برائی سرزد ہوتی ہے اور بھلائی کم ہی واقع ہوتی ہے۔ اس کا سبب بھی صحبت ہی ہے کہ آدم علیہ السلام کے صلب (کمر کی ہڈی) میں دونوں مصاحبت رکھتے تھے، والصحبت تو ثر یعنی ''صحبت میں اثر ہوتا ہے۔'' کے قول سے بزرگوں نے اسی جانب اشارہ کیا ہے۔ اسی سلسلے میں فرمایا کہ حضرت مالک بن دینار اور ایک دہریے کے درمیان دین کی فضیلت پر بحث چھڑ گئی۔ ہر ایک نے اپنے اپنے موقف پر دلائل اور اقوال پیش کیے، آخر فیصلہ اس پر قرار پایا کہ دونوں آگ میں کودیں جس کا موقف سچا ہوگا وہ آگ سے سلامت رہے گا۔ چنانچہ دونوں آگ میں داخل ہوئے اور بیٹھ گئے۔ دونوں دینار کے سرخ سونے کی مانند کسوٹی پر پورے اترے (دونوں آگ سے سلامت رہے) لوگ اس واقعے پر حیران ہوئے۔ غیب سے آواز آئی۔ اے مالک اگرچہ یہ دہریہ دین کا دشمن ہے اور اپنے دعوے میں جھوٹا ہے لیکن تمھاری مصاحبت کی وجہ سے ہم نے اسے بھی آگ سے سلامتی کے ساتھ نکالا۔ قطعہ:

مسلمانے اگر ماند بکافر
مصاحب مالک دینار باشد
اگر در آتشِ عصیاں نشیند
زصحبت بہرہ بر دینار باشد

ترجمہ: اگر کوئی مسلمان کسی کافر کے ساتھ رہے تو وہ کافر مالک دینار کے مصاحب کے مانند ہوگا
اگر وہ کافر گناہ کی آگ میں بیٹھ جائے تو مالک دینار کی صحبت سے بہرہ ور ہوگا۔

منقول ہے کہ عرشِ عظیم پر یہ دو کلمے تحریر شدہ ہیں، جن سے فرشتے بھی بے خبر ہیں۔ وہ دو کلمے یہ ہیں کہ اگر بندہ سب سے پہلی اور سب سے آخری طاعت ادا کرتا ہے لیکن اہل فسق سے صحبت رکھتا ہے تو ہم اس کی تمام طاعت اور نیکیاں ناپید کردیں گے۔ **حیث قال علیه السلام اتقوا من مواضع التهم** یعنی رسول علیہ السلام نے ایک مقام پر فرمایا کہ کہ تہمت لگنے کے موقعوں سے بچو۔ یہاں تہمت کے موقعوں سے مراد ہم نشینی ہی ہے **صحبة الضد اشد من العذاب** یعنی صحبتِ ضد عذاب سے سخت تر ہے۔ اگر بندہ ساری زندگی گناہ کرے لیکن جب وہ صالحین کی صحبت اختیار کرلے تو اس کی تمام برائیاں نیکیاں ہوجاتی ہیں۔ **اَلْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ**[۱] (ترجمہ: نیکیاں دور کردیتی ہیں برائیوں کو)۔ اسی حقیقت کا بھید ہے۔

تجرید وتفرید کا بیان:

تجرید وتفرید سے متعلق ذکر ہوا۔ حضرت قدوۃ الکبریٰؒ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ تجرید خود سے ہوتی ہے اور تفرید اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے سے ہوتی ہے۔[۲] خلق سے لاتعلق ہوجانا تاکہ مشاہدۂ حق کا فائدہ حاصل ہوجائے یہ عام لوگوں کا رتبہ ہے اور اپنی ذات اور ماسوی اللہ سے لاتعلق ہوجانا مردوں کی نشانی ہے رباعی:

در حضرت دوست ترکِ خود گوے برو
زالائش ہر دوکون دل شوے برو
ایں ہر دو چویک بار ترا حاصل شد
ہر جا کہ روی اوست بآں سوے برو

ترجمہ: دوست کی بارگاہ میں خود کو ترک کرنے کی گیند اُچک کرلے جا۔ دونوں جہاں کی آلائش سے دل کو پاک کرکے چل، جب ایک بار یہ دونوں (نعمتیں) تجھے حاصل ہوجائیں تو جہاں بھی تو جائے گا وہیں دوست ہوگا اور اسی کی طرف جائے گا۔

---

[۱] پارہ ۱۲۔ سورۂ ھود، آیت ۱۱۴

[۲] لطیفہ ۷ جو تصوف کی اصطلاحات پر مشتمل ہے اس میں تجرید وتفرید کے یہ معانی بیان فرمائے ہیں۔
التجرید۔ سالک کے قلب کا ماسوی اللہ سے خالی ہونا۔ غیر ومخلوق کو دل سے پھینک دینا ہے۔
التفرید۔ بندے کا ٹھہرنا حق کے ساتھ اور حق کا بندے کے ساتھ۔
ملاحظہ فرمائیں لطائف اشرفی (اردو ترجمہ) کرچی طبع اوّل جلد اوّل ۱۹۹۹ء صص ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ یہاں لطیفہ ۳۷ میں غالباً سہو کتابت کے باعث معنی ومطلب برعکس ہوگئے۔ صحیح مفہوم لطیفہ ۷ میں درج ہوا ہے۔

تجرید عاشقوں کا روز بازار ہے اور تفرید ذات سے سروکار ہے۔ مجرد کا صدق جہانوں سے متعلق ہے۔ وہ یہ ہے کہ جو شے حقیقتِ ''کن'' کے تحت ہے (یعنی مخلوق ہے) اس سے بری ہوجائے اور تفرید یہ ہے کہ جو کچھ دونوں جہانوں میں حق تعالیٰ کے سوا ہے اسے دل سے نکال دے۔ تجرید خلق اور ملک سے ظاہری طور پر علاحدگی ہے اور تفرید باطنی طور پر ملک وملکوت سے رہائی ہے۔ رباعی: [۱]

چواز خود واز دو عالم دست شوئی
نشینی بر سرِ خوان ہم اوئی
چو زینساں میزبانی خوردہ باشی
ز وے امروز و فردا بردہ باشی

ترجمہ: جب تو نے اپنے آپ اور دونوں عالم سے ہاتھ دھولیے اور یک جائی کے دسترخوان پر بیٹھ گیا، اگر اس طرح تو میز بان کی مصاحبت میں رہا تو تو نے آج اور کل کا قصہ ہی ختم کردیا۔

تجرید اور تفرید سے متعلق باقی باتیں اصطلاحات کے لطیفے میں بیان کی جاچکی ہیں۔

---

[۱] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔